

کلام نبویؐ کے سایے میں

عبدالغفار عزیز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے علاوہ بھی) اتنے نفلی روزے رکھتے کہ ہم سمجھنے لگتے اب آپ روزے چھوڑیں گے ہی نہیں، اور کبھی آپ اتنے دن نفلی روزے چھوڑ دیتے کہ ہم سمجھتے اب آپ مزید نہیں رکھیں گے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان کے علاوہ کبھی پورا مہینہ روزے رکھتے نہیں دیکھا، اور شعبان کے علاوہ کسی مہینے اتنی کثرت سے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ (بخاری، ۱۱۶۹)

ماہ رمضان کے روزے تو خالق کائنات نے ہر مسلمان پر فرض کر دیے لیکن روزوں کی قدر و منزلت اس قدر زیادہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پورا سال روزوں کا اہتمام فرماتے۔ شوال میں چھ روزوں، ہرمینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کے روزوں، ہر ہفتے پیر اور جمعرات کے روزوں، یوم عاشورہ کے دو روزوں اور یوم عرفہ کے روزے کو نفلی روزوں میں نمایاں مقام و اہمیت حاصل ہے۔ آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے علاوہ بھی روزوں کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ آپ نے سردیوں کے مختصر دنوں کے روزوں کو اللہ کی طرف سے خصوصی عطیہ قرار دیا۔ کبھی گھر میں کچھ کھانے کو نہ ہوا تو فوراً روزے کی نیت فرمائی۔ قرآن کریم میں مختلف گناہوں کے کفارے کے لیے روزوں کی تعداد مقرر کر دی گئی ہے۔ غیر شادی شدہ نوجوانوں کو خصوصی طور پر روزوں کی ترغیب دی۔ اگر آپ کی پوری حیات طیبہ میں روزے کا یہ خاص مقام ہے تو کیا ہم امتیوں کو صرف رمضان ہی کے روزوں پر اکتفا کر لینا چاہیے؟ رمضان رخصت ہو گیا۔ آئیے ابھی سے روزوں کی فضیلت کے بارے میں اپنے اس علم کو نیت و ارادے میں اور نیت و ارادے کو عمل میں بدلنے کا آغاز کر دیں۔

○

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تلوے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح جہنم کی آگ بھی۔ (بخاری، ۶۱۲۳)

نیکیوں سے جھولیاں بھر لینا کس قدر آسان ہے۔ ادھر دل میں نیکی کا ارادہ کیا اور ادھر نامہ اعمال میں اجر ثبت ہو گیا۔ ارادے پر عمل بھی کر لیا تو اجر ۱۰ سے ۷۰۰ گنا تک بڑھ گیا۔ برائی سے نظریں پھیر لیں، اجر ثابت ہو گیا اور تو اپنے روزمرہ کے معمولات کو عادت کے بجائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے جذبے سے کیا تو وہ بھی عبادت بن گئے۔ دوسری طرف شیطان بھی ہر لمحے ساتھ لگا ہے۔ قدم قدم پر برائیوں کے پھندے لگائے بیٹھا ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نیکی میں بھی بدعتی کی آلائشیں شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاد، شہادت، قربانی، تلاوت و دروس قرآن، انفاق، عبادات، غرض ہر نیکی کو ریا اور دکھاوے جیسی غیر محسوس برائیوں کے ذریعے ایسے کر دیتا ہے جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اسی حقیقت کی خبر دے رہے ہیں کہ قدم قدم پر جنت کی ہوائیں بھی ہیں اور دوزخ کی لپٹیں بھی۔ اب دونوں راستوں میں سے ایک کا انتخاب ہم میں سے ہر شخص نے خود کرنا ہے۔ پروردگار اسی انتخاب کے مطابق توفیق عطا کر دے گا۔

○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! کیا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی طرف آپ کی رہنمائی نہ کروں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ خزانہ ہے: لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم (اللہ علیٰ و عظیم کی مدد کے بغیر، کسی کے بس میں کوئی قوت و قدرت نہیں)۔ بندہ جب یہ کلمات کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے مجھ پر بھروسہ کیا اور (اپنے تمام معاملات) میرے سپرد کر دیے۔ (مسند احمد، ترمذی)

بندے کے دل میں یہ یقین راسخ ہونا ضروری ہے کہ کارخانہ قدرت میں ہر چیز صرف اور صرف پروردگار کی محتاج ہے۔ اللہ کے فیصلے، اس کی توفیق اور اس کی قوت و قدرت کے بغیر کوئی پٹا اور کوئی ذڑہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ انسان جس کے بارے میں خالق نے خود فرمایا کہ ”کمزور پیدا کیا گیا ہے“، ہر لمحے اور ہر حال میں اللہ کا محتاج ہے۔ اللہ کی حفاظت نہ رہے تو خوشیوں میں آپے سے باہر ہو کر بندگی کے دائرے ہی سے نکل جاتا ہے۔ مشکلات یا مصیبتیں آئیں تو مایوسی اور ہلاکت کی جہنم میں

جاگرتا ہے۔ اقتدار و اختیار ملے تو خود کو فرعون اور دوسروں کو کیڑے کوڑے سمجھنے لگتا ہے۔ اختلافات کا شکار ہو تو اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگ لیتا ہے، برائیوں اور اخلاقی غلاظت سے آلودہ ہو جائے تو جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ ایسے کمزور انسان کو شیطان ہر دم اپنے چنگل میں جکڑے رکھتا ہے لیکن اگر بندہ اس یقین کے حصار میں آجائے کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو حرجن کی رحمت اس خود سپردگی پر جھوم اٹھتی ہے، کمزور بندوں کو تمام کمزوریوں اور شیطانی چالوں سے نجات و حفاظت عطا کر دیتی ہے۔ اسی لیے فرمایا: ”جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ“۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی روایت کے مطابق جب سفر معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو ابوالانبیاء نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اُمت کو جنت میں اپنے لیے فصلیں بونے کا حکم دے دیجیے۔ آپؐ نے دریافت کیا: جنت کی فصل کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

○

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ مختصر اور تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری، ۶۴۱۵)

اسلام کسی وقتی اُبال، عارضی طور پر اپنا لیے جانے والے اعمال، یا موسمی شغل اشغال کا نام نہیں، ہمہ وقت اور ہمہ پہلو اطاعت کا نام ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سمیت سب نیکیاں یہی ہمہ وقتی خود سپردگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ قرآن میں تمام عبادات کا اصل ہدف یہی بتایا گیا کہ شاید تم اس سے تقویٰ حاصل کر سکو۔ احساس اطاعت کے تحت ہمیشہ کیا جانے والا چھوٹا سا کام بھی اللہ کے نزدیک انتہائی محبوب ہے۔ بیہنگلی ایک چھوٹے سے عمل کو بھی بڑا بنا دیتی ہے۔ بندے کی مختصر سی نیکی پسند آ جائے تو پھر یقیناً بندہ بھی خالق کا محبوب بن جاتا ہے۔

○

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مفصل حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: خبردار! اللہ کی کتاب اور اقتدار جدا جدا ہونے والے ہیں۔ ایسے میں کبھی کتاب الہی سے جدا نہ ہونا۔ خبردار! تم پر ایسے لوگ حکمران ہو جائیں گے جو تمہارے بارے میں (قرآنی تعلیمات کے خلاف) فیصلے کیا کریں گے۔ اگر ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ

کردیں گے اور اگر ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسا ہوتو ہم کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: وہی جو عیسیٰ بن مریمؑ کے ساتھیوں نے کیا: انہیں آروں سے چیرا گیا، تختہ دار پر لٹکایا گیا (لیکن انہوں نے حق کا ساتھ نہ چھوڑا)۔ اللہ کی اطاعت میں موت، اللہ کی نافرمانی میں زندگی سے زیادہ بہتر ہے۔ (طبرانی)

رحمن کے قرآن اور ہوس اقتدار کے مارے حکمرانوں کی راہیں یقیناً جدا ہیں۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے راہِ نجات واضح فرمادی کہ جان جائے تو جائے لیکن قرآن کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔ اقتدار اگر اغیار کی غلامی پر تل جائے، اپنے ہی بھائیوں کو بیخ کن کرنے کے لیے دشمن کا سہارا بن جائے، لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کرنے والوں کو اقتدار کی چھتری فراہم کیے رکھے، فریب، جھوٹ، وعدہ خلافیوں اور اپنی قوم سے دغا بازی کو اپنا وتیرا بنا لے، عوام پر بھوک، بد امنی اور بد حالی مسلط کر دے، خود بھی اخلاقی گراؤ کا شکار ہو اور قوم کو بھی اسی غلاظت کی نذر کر دے، تو اس اقتدار اور ان حکمرانوں سے اعلانِ برأت ناگزیر ہے۔ قوم اگر اللہ کی نافرمانی میں زندہ رہنے کے بجائے، اس کی اطاعت میں موت قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے تو پھر ایسے حکمرانوں سے نجات کی راہیں بھی کھل جاتی ہیں کیونکہ غالب تو بہر حال اللہ کے قرآن ہی نے رہنا ہے۔ ہزاروں فرعون و شداد آئے اور تباہ ہو کر نشانہٴ عبرت بن گئے۔ قرآن اور اس سے وابستہ افراد اب تک سر بلند رہیں گے۔

○

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اور اس کے نتیجے میں ملنے والی تکلیف و اذیت پر صبر کرتا ہے، وہ اس سے بہتر ہے کہ جو نہ لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے، اور نہ ان کی طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ (ابن ماجہ، ۴۰۳۲)

الگ تھلگ اور لوگوں سے کٹ کر رہنا، انسان کو بہت سی ممکنہ تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے، لیکن ایک مؤمن ہمیشہ اجتماعیت سے جڑا رہتا ہے۔ تمام عبادات، پوری دعوتی، تربیتی، تحریکی اور معاشرتی زندگی، لوگوں کے اندر رہے بغیر ممکن ہی نہیں۔ رحمۃ للعالمین خود بھی صحابہؓ کے شانہ بشانہ اور ان میں گھل مل کر رہتے۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی بدو نے آکر شان میں گستاخی کر دی، لوگوں کی زبان ہی نہیں، ہاتھ سے بھی تکلیف پہنچی، لیکن آپ نے نہ صرف خود اس باہمی ربط کو نہ توڑا، بلکہ امت کو بھی یہی ترغیب دی۔ ربی اس کے نتیجے میں پہنچنے والی تکلیف، تو آپ نے ایک لفظ میں شافی علاج بتا دیا: صبر۔ اور اللہ کی

خاطر صبر — دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ یہی ہے۔

